اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

ٹیلیفون نمبر ۹۱
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۳

روزنامہ الفضل قادیان
خطبہ نمبر

قیمت فی پرچہ ایک آنہ
ایڈیٹر غلام نبی

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN

جلد ۲۶ | مورخہ ۲ جنوری ۱۹۳۸ء | یوم یکشنبہ | مطابق ۲۹ شوال ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ جمعہ

مومن کو فطرتِ انسانیہ پر کبھی بدظنی نہیں کرنی چاہئیے

اصلاحِ نفس اور تبلیغِ احمدیت میں کامیابی حاصل کرنے کا گُر

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

انسانی فطرت ہمیشہ ہی ہدایت کی جستجو میں رہتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا یقینی اور قطعی امر ہے۔ کہ اس کے متعلق کبھی بھی ایک عقلمند اور غور و فکر کرنے والا انسان شبہ میں نہیں رہ سکتا۔ لیکن باوجود اس کے

انسانی تعصبات

اتنے بڑھ گئے ہیں۔ اور عارضی پردے انسان کی عقل پر اتنے پڑ گئے ہیں۔ کہ بالعموم ایک انسان دوسرے انسان کے متعلق بدظنی کی طرف زیادہ مائل رہتا ہے۔ اور اگر اُسے دوسرے کی کوئی نیکی معلوم ہوتی ہے۔ تو وُہ اس کو منافقت کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ یہ حالت دائمی ہمیشہ ہی فتنے اور فساد پیدا کرتی چلی جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت سے محروم بھی کر دیتی ہے بلکہ مایوسی پیدا ہی اسی وجہ سے ہوتی ہے۔

مایوسی اور بدظنی لازم ملزوم ہیں

اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاص طور پر تاکید فرمائی ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى۔ کہ تُو لوگوں کو ہمیشہ سمجھاتا رہ۔ کیونکہ دُنیا کا مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے۔ اور تجربہ اس کا شاہد۔ کہ ہمیشہ ہی انسان کو نصیحت کرنے۔ اور سمجھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اسی مایوسی کو دُور فرمایا ہے۔ کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ لوگ ہماری باتیں نہیں سُنیں گے۔ اور اگر سُنیں گے۔ تو توجہ نہیں کریں گے۔ اور اگر توجہ کریں گے۔ تو ان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور نہ وُہ

صحیح راستہ

جو انہیں بتایا جائے گا۔ اُسے اختیار کریں گے۔ اور اگر انہوں نے صحیح راستہ اختیار کر لیا۔ اور ہماری بات کو مان بھی لیا۔ تو صداقت کو علے الاعلان قبول کرنے کی جُرأت نہیں کریں گے یہ چار خیالات انسان آپ ہی اپنے ذہن میں پیدا کر لیتا۔ اور پھر اپنے نفس کو یہ کہتے ہُوئے خوش کر لیتا ہے کہ میں نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پورا زور لگا لیا۔ حالانکہ یہ

انسانی فطرت پر بدگمانی

ہے۔ اور ایسا خیال کرنا واقعات کے بھی خلاف ہے،

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر جستجو کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ طبعی مادہ ہے۔ اس لئے کوئی بھی اس سے محروم نہیں۔ انسان خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی۔ خواہ یہودی ہو خواہ مجوسی۔ اندرونی طور پر اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ میں صحیح راستہ اختیار کروں۔ لیکن بدظنیاں۔ شقاق۔ لڑائیاں۔ اور صحیح ذرائع کا بہم نہ پہونچنا اس کو برائی کی طرف مائل کر دیتے۔ یا ہدایت سے کلیۃً محروم کر دیتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل مولودٍ یولد علی الفطرۃ یا ایک حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ کہ کل مولودٍ یولد علیٰ فطرۃ الاسلام فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ

فطرتِ صحیحہ یا فطرتِ اسلامی

پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہونے کے یہی معنی ہیں کہ فطرتی طور پر اس کے اندر یہ خوبی رکھی جاتی ہے۔ کہ وہ سچائی کے آگے سر جھکائے کیونکہ اسلام کے معنی اطاعت وانقیاد کے ہیں۔ پس ہر بچہ کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات داخل کی ہے۔ کہ وہ سچائی کے آگے سر جھکائے مگر جب وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔ اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں۔ یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔ یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یعنے اس کی فطرت پر دوسرا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور جب اس کے سامنے ایسے عقائد بیان کئے جاتے ہیں۔ جو فطرتِ صحیحہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ تو وہ اسی رو میں بہہ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فطرتِ انسانی میں نیکی رکھی گئی ہے۔ اور وہ کبھی نہیں بدلتی۔ ہاں عارضی پردہ اس پر پڑ جائے۔ تو فطرت کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ مگر جب بھی وہ پردہ اس سے اٹھا دیا جائے

فطرت اپنی اصل صورت میں

جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ جب ایک شخص بعد میں یہودی یا عیسائی یا مجوسی بن جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ فطرت بھی بدل جاتی ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ فابواہ یغیّران فطرتہ۔ کہ اس کے ماں باپ اس کی فطرت کو بدل دیتے ہیں۔ بلکہ آپ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ فابواہ یھوّدانہ او ینصّرانہ او یمجّسانہ کہ اس کے ماں باپ کے اثرات کی وجہ سے وہ یہودی ہو جاتا ہے۔ یا عیسائی ہو جاتا ہے۔ یا مجوسی ہو جاتا ہے۔ اب یہودی عیسائی یا مجوسی ہو جانا اور چیز ہے۔ اور فطرت انسانی کا بدلنا اور چیز ہے۔ فطرت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔ کہ پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا آسان ہے۔ مگر

فطرت کا بدلنا مشکل ہے

گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتا دیا۔ کہ جب میں کہتا ہوں۔ کہ فطرتِ صحیحہ کے باوجود انسان میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ تو اس تبدیلی سے سطحی تبدیلی مراد ہوتی ہے۔ ورنہ فطرت وہیں قائم رہتی ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے عورتیں برقعہ پہن لیتی ہیں اب اگر ایک عورت برقعہ پہنے اور کوئی شخص اس برقعہ کو دیکھکر کہے۔ کہ اسکی آنکھیں بھی ماری گئی ہیں اور اس کا چہرہ بھی مسخ ہو گیا ہے تو ہر شخص اُسے بے وقوف کہے گا۔ کیونکہ ان چیزوں پر برقعہ کے ذریعہ صرف پردہ پڑا ہوتا ہے۔ ورنہ چیزیں اصل میں موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچہ ماں باپ کے اثرات کے نتیجہ میں

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

(۱) سالِ چہارم کی تحریکِ جدید کے اعلان پر ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کیا اس عرصہ میں آپ نے اپنے فرض کو ادا کر دیا ہے

(۲) تحریکِ جدید کے وعدوں کی آخری میعاد ۳۱ جنوری ہے۔ اس تاریخ کے بعد کوئی وعدہ قبول نہ کیا جائے گا۔ سوائے ان ممالک کے جنکو مستثنیٰ کیا گیا ہے ؂

(۳) مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ سابق بالخیرات ہوتا ہے۔ پس آپکا صرف یہی فرض نہیں کہ ۳۱ جنوری سے پہلے اپنے وعدہ سے اطلاع دیدیں۔ بلکہ جسقدر پہلے آپ وعدہ لکھاتے ہیں۔ اسی قدر زیادہ ثواب کے آپ مستحق بنتے ہیں

(۴) تحریکِ جدید کا وعدہ پورا کرنے کی آخری میعاد ہندوستان کے لئے یکم دسمبر ہے۔ لیکن جو شخص جسقدر پہلے رقم ادا کرتا ہے۔ اتنا ہی ثواب کا زیادہ مستحق ہے۔ سوائے اس کے جو خدا تعالےٰ کی نگاہ میں معذور ہے ؂

(۵) جسقدر پہلے رقم جمع ہو جائے۔ اتنا ہی زیادہ اس سے خدمتِ دین میں فائدہ پہونچ سکتا ہے ؂

(۶) بے شک یہ چندہ اختیاری ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اختیاری چندہ ہی زیادہ ثواب کا موجب ہوتا ہے ؂

(۷) دشمن اپنے سارے لشکر سمیت اسلام اور احمدیت پر حملہ آور ہے۔ اسلام اور احمدیت آپ سے ہر ممکن قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تاریکی کے فرزندوں اور نور کے فرزندوں میں ضرور نمایاں فرق ہونا چاہیئے ؂

(۸) اس تحریک کا ہر شخص کے کان تک پہونچ جانا ضروری ہے۔ پس یہ بھی ثواب کا کام ہے۔ کہ آپ اپنے بھائی تک اس کی اطلاع پہونچا دیں۔ اور اسے اس میں شریک ہونے کی تحریک کریں۔ جو آپ کی تحریک پر حصہ لیتا یا زیادہ حصہ لیتا ہے۔ اس کے ثواب میں آپ بھی برابر کے شریک ہوں گے ؂

(۹) خدا تعالےٰ کے کام بندوں کی مدد کے محتاج نہیں۔ وہ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ جس کے ہاتھ کو خدا تعالےٰ اپنا ہاتھ قرار دے کہ وہ برکت کو پا گیا اور رحمت کا وارث ہو گیا ؂

(۱۰) تحریکِ جدید سال سوم کا بقایا جن افراد یا جماعتوں کے ذمہ ہو۔ انکو بھی فوری ادائیگی کیطرف توجہ کرنی چاہیئے

خاکسار۔ مرزا محمود احمد

یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت کا برقعہ

پہنتا ہے۔ فطرت نہیں بدلتی۔ کیونکہ پہاڑ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے مگر فطرت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تو فطرت انسانی اسی جگہ قائم رہتی ہے۔ البتہ ماں باپ اس کی عادات میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اس کے سطحی خیالات میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اور وہ ایک دھوکے میں آجاتا ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ نے تو سردی اور گرمی کا الگ الگ موسم بنایا ہؤا ہے۔ مگر جب کسی کو ملیریا چڑھتا ہے تو اُسے سخت گرمی میں بھی سخت سردی محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔ مگر کوئی نہیں کہتا۔ کہ اس کی فطرت بدل گئی۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ یہ مرض ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے اعصاب میں کمزوری واقعہ ہوگئی ہے۔ ورنہ اس کی فطرت نہیں بدلی۔ چنانچہ جونہی اس کا بخار اترتا ہے فوراً اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اسی طرح بعض بخار ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں سخت گرمی محسوس ہوتی ہے۔ سردی کے ایام ہوتے ہیں۔ لوگ آگ تاپ رہے ہوتے ہیں۔ سردی کے مارے ٹھٹھر رہے ہوتے ہیں۔ مگر مریض کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ مجھے آگ لگ گئی۔ میرے کپڑے اتار دو۔ بلکہ بعض امراض تو ایسے ہیں۔ جو بہت لمبے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں بیمار سردی کے ایام میں سوتے وقت لحاف سے اپنا پاؤں باہر نکال لیتا ہے۔ ایسے مریض کو جب بھی دیکھو گے۔ تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ وہ اپنا سارا جسم لحاف سے ڈھک لے گا۔ مگر پَیر نہیں ڈھکے گا۔ حالانکہ دوسرے لوگوں کو اس وقت سخت سردی محسوس ہو رہی ہوتی ہے۔ اور سردی سے اُن کے پَیر سُن ہو رہے ہوتے ہیں اب اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ دُنیا سے سردی مٹ گئی۔ یا گرمی جاتی رہی۔ بلکہ درحقیقت اُس شخص کی

فطرت پر ایک پردہ

پڑ جاتا ہے۔ جب وہ پردہ دُور کر دیا جاتا ہے۔ تو وُہ فوراً اپنی اصل حالت پر آجاتا ہے۔

پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مضمونوں کو بیان کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یا بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور یہ فطرت ایسی چیز ہے۔ جو کبھی نہیں بدلتی اور جب ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے تو کسی وقت

اِنسانوں کی انسانیت سے مایُوس ہو جانا

محض حماقت اور نادانی ہے۔ یہی مایوسی جب اپنی ذات کے متعلق پیدا ہوتی ہے تو انسان گناہوں میں بڑھ جاتا ہے۔ اور یہی مایوسی جب دوسرے لوگوں کے متعلق اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ تبلیغ چھوڑ دیتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جب وُہ اپنے آپ سے مایوس ہو کر اپنے نفس کی اصلاح ترک کر دیتا ہے وُہی وقت اس کی اصلاح اور روحانی ترقی کا ہوتا ہے۔ مگر وُہ عین وقت پر اپنی کوششوں کو چھوڑ دیتا۔ اور اس طرح عظیم الشان نیکیوں کے حصول سے کلیتہً محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔ کہ ؎

قسمت تو میری دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

یہی اس شخص کی مثال ہوتی ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے۔ اَور کرتا ہے۔ اور کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر جس وقت اس پر فضل نازل ہونے والا ہوتا ہے۔ اور تاریکی وظلمت کا پردہ اُٹھنے والا ہوتا ہے۔ وُہ کہتا ہے۔ مجھ سے اپنی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر

ہمیشہ کیلئے گناہوں کی دلدل میں

پھنس جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان گناہوں میں کتنا ہی ملوث کیوں نہ ہو۔ اگر وُہ یہ کوشش کرتا رہتا ہے۔ کہ میں گناہوں سے بچوں۔ اور اسی کوشش میں اس کی موت واقع ہو جائے تو جہاں تک میں نے اسلام اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ میرا مذہب یہی ہے۔ کہ وُہ ایسی حالت میں

اللہ تعالےٰ کے انعامات کا مستحق

ہوگا۔ سزا کا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر وُہ واقعہ میں گناہوں کی دلدل میں پھنس گیا تھا۔ اور اس نے اس دلدل سے نکلنے کی پوری کوشش کی۔ اور کوشش کرتا چلا گیا۔ اور اسی حالت میں اُسے موت آگئی۔ تو موت پر اس کا کیا اختیار تھا۔ کہ وُہ اُسے روک سکتا۔ یہ موت خدا تعالےٰ کی طرف سے اس پر آئی۔ اور اس موت کے آجانے کی وجہ سے وُہ گناہوں کی دلدل سے نکلنے سے محروم رہا۔ ورنہ اگر موت نہ آتی۔ تو ممکن تھا۔ وُہ گناہوں سے پاک ہو جاتا۔ پس چونکہ موت خدا تعالےٰ کی طرف سے آئی۔ اور اس پر ایسی حالت میں آئی۔ جبکہ گناہوں سے نکلنے کی وُہ پوری کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ اسے یہ کہے۔ کہ جا جہنم میں کیونکہ اس صورت میں اس کے جہنم میں جانے کا باعث خدا تعالےٰ کا فعل ہوگا۔ (نعوذ باللہ) اس کا نہیں ؛

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ سے

گناہوں پر دلیری

پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ وُہ گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہؤا تھا۔ یا نہیں۔ خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ انسان کو کیا پتہ کہ میں واقعہ میں گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہؤا ہوں یا اگر چا ہوں۔ تو ان سے بچ سکتا ہوں پس چونکہ یہ فیصلہ خدا تعالےٰ نے کرنا ہے اس لئے گناہوں پر یہ دلیر نہیں ہو سکتا۔ غرض جو شخص گناہوں سے بچنے کی سچے طور پر کوشش کرتا ہے۔ اور اسی کوشش میں مر جاتا ہے۔ وُہ یقیناً نیک لکھا جاتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے وُہ لوگ جو جرمن۔ انگلستان اور فرانس کی لڑائی میں مارے گئے۔ گو انہوں نے فتح نہیں دیکھی۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فتح انہی لوگوں کے ہاتھ سے ہوئی ہے جو زندہ رہے ہیں۔ بلکہ فتح کا سہرا جس طرح زندوں کے سر رہتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے سر بھی رہتا ہے۔ جو جنگ کی حالت میں مارے گئے۔ چنانچہ قوموں نے اس کا عملی رنگ میں اعتراف کرتے ہُوئے جنگِ عظیم کے بعد قومی فتح کا نشان یہی قرار دیا۔ کہ جنگ میں مرنے والے ایک مُردہ کو ایک خاص جگہ گاڑ دیا گیا۔ جہاں سال میں ایک دفعہ وہ بھاری میلہ کرتے ہیں۔ اور بادشاہ تک وہاں جاتا ہے۔ اس طرح ان قوموں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ہماری فتح اُن مرنے والوں کے ذریعہ ہوئی ہے۔ جنہوں نے اپنی جانیں قوم اور مُلک کے لئے قربان کر دیں۔ اسی طرح جو شخص

شیطان سے لڑتا ہؤا

مارا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کی حیثیت شکست خوردہ انسان کی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی حیثیت اُس شخص کی سی ہوتی ہے۔ جو لڑائی میں مارا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت احادیث سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے بہت سے گناہ کئے۔ مگر آخر اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہؤا۔ اس زمانہ میں رائج خیال یہی تھا۔ کہ توبہ بغیر علماء کی اجازت کے قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ خیال یہودیوں اور عیسائیوں میں اب تک پایا جاتا ہے۔ بلکہ عیسائیوں میں تو یہ خیال اتنا غالب ہے۔ کہ ان کے نزدیک پادری کے سامنے اقرار جرم کئے بغیر انسان بخشا ہی نہیں جاتا۔ ہماری طرح ان میں یہ نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے سامنے روئیں۔ اور معافی طلب کریں۔ بلکہ ان میں یہ ضروری تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ انسان پادری کے سامنے توبہ کرے۔ اسی قومی رواج کے مطابق وُہ مختلف علماء کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے یہ یہ گناہ کئے ہیں۔ اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے جب وُہ کسی عالم کو اپنا واقعہ سناتا۔ تو وہ کہتا۔ کہ تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر تیرے جیسے انسان کی توبہ قبول کر لی جائے۔ تو دُنیا میں گناہ کی انتہا نہ رہے وہ چونکہ علاوہ اور گناہوں کے قتل کا بھی مرتکب رہ چکا تھا۔

اور بڑا بھاری قاتل تھا۔ اس لئے وُہ کہتا۔ کہ اگر میری توبہ قبول نہیں ہو سکتی تو میں تم کو بھی زندہ نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ وُہ اُسے قتل کر دیتا۔ پھر وہ دوسرے کے پاس گیا۔ پھر تیسرے کے پاس گیا۔ پھر چوتھے کے پاس گیا۔ مگر سب اس کی توبہ قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور وُہ ہر ایک کو قتل کرتا گیا۔ آخر لوگوں نے اسے کہا۔ کہ تُو توبہ کے لئے گھر سے نکلا ہے۔ مگر قتل کر کے اور بھی گنہگار ہوتا جاتا ہے۔ وُہ کہنے لگا میں تو توبہ کرتا ہوں۔ مگر لوگ کہتے ہیں۔ تیرے لئے توبہ کا دروازہ بند ہے۔ اس لئے میں غصہ میں آکر انہیں بھی قتل کر دیتا ہوں۔ آخر لوگوں نے اُسے کہا کہ فلاں علاقہ میں ایک شخص ہے۔ تو اسکے پاس جا امید ہے کہ وہ تیری توبہ قبول کرے گا۔ جب وُہ چلا۔ تو ابھی وُہ راستہ میں ہی تھا۔ کہ اس کی جان نکل گئی۔ اس پر

ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب

کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکہ عذاب نے کہا۔ کہ ہم اس کی روح دوزخ میں لے جائیں گے۔ کیونکہ یہ گنہگار تھا۔ مگر ملائکہ رحمت کہتے۔ کہ یہ توبہ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ پس ہم اُسے جنت میں لے جائیں گے۔ آخر اللہ تعالےٰ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہُوا۔ کہ کس کی بات صحیح ہے۔ اور اس شخص کے متعلق کیا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تم یہ دیکھو۔ کہ وُہ اس مقام کے زیادہ قریب ہے۔ جہاں توبہ کرنے جا رہا تھا۔ یا اس مقام کے زیادہ قریب ہے۔ جہاں سے وُہ گناہ کر کے نکلا تھا۔ جب ملائکہ ان جگہوں کو ماپنے لگے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے اس راستہ کو جو توبہ کا تھا چھوٹا کر دیا۔ مگر اس راستہ کو جو گناہ والا تھا لمبا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ چونکہ یہ توبہ کے مقام کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے اسے جنت میں لے جایا جائے۔ اس حدیث کے یہ معنے نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ اور اس کے ملائکہ کے درمیان ضرور اس قسم کی باتیں ہوئی ہوں۔ یہ اصطلاحی الفاظ ہوتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے مر جاتا ہے۔ تو ملائکہ تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ ملائکہ تو

احکام الٰہی کی اطاعت

کیا کرتے ہیں۔ تردد کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جس وقت کوئی جان توبہ کی کوشش کرتے ہوئے نکلتی ہے۔ اور بظاہر حقیقی توبہ اسے نصیب نہیں ہوتی۔ تو ملائکہ میں ایک اضطراب سا پیدا ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ تو جنت کا مستحق ہے دوزخ کا نہیں۔ اور پھر خدا تعالےٰ بھی انہی کی تائید کرتا ہے۔

غرض انسان جب اپنی فطرت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ تو گناہ میں بڑھ جاتا ہے اور جب دوسروں سے مایوس ہو جاتا ہے۔ تو تبلیغ میں سست ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ ہیں۔ جو میرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ حق تو یہی ہے۔ مگر لوگ مانتے نہیں میں ہمیشہ ان سے کہتا ہوں۔ کہ اگر لوگ واقعہ میں نہیں مانتے۔ تو ہماری جماعت میں جو لوگ نئے داخل ہوتے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ اگر لوگ اتنے ہی

سنگدل اور حقیقت سے بے بہرہ

ہو گئے ہیں۔ کہ وہ سچائی کی باتیں سنتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ ایک زمانہ وُہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا۔ پھر وہ وقت آیا۔ جب آپ کے ساتھ ہزاروں آدمی تھے۔ اور اب تو لاکھوں تک پہونچ گئے ہیں۔ پھر کسی زمانہ میں پنجاب میں بھی کوئی شخص آپ کا معتقد نہ تھا۔ اور اب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے تمام براعظموں میں احمدی پھیل گئے ہیں۔ اگر یہ صحیح بات ہے۔ کہ دنیا نہیں مانتی تو پھر اتنے لوگ کہاں سے آگئے۔ یہیں دیکھ لو آج جو لوگ اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہیں۔ جو

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ابتدائی زمانہ میں

آپ پر ایمان لائے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس مجمع میں بہت کم ایسے لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شکل دیکھی۔ زیادہ تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تصویر دیکھی۔ پھر کچھ ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے شکل تو دیکھی۔ مگر آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا انہیں موقعہ نہ ملا اور بہت قلیل ایسے لوگ ہیں۔ جو غالباً درجنوں سے بڑھ نہیں سکتے۔ جنہوں نے آپ کی باتیں سنیں۔ اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا انہیں موقعہ ملا۔ مگر آخر یہ لوگ کہاں سے آئے۔ میری پیدائش اور بیعت قریباً ایک ہی وقت سے چلتی ہے۔ اور جب میں نے کچھ ہوش سنبھالا۔ اس وقت کئی سال تبلیغ پر گزر چکے تھے۔ لیکن مجھے اپنے ہوش کے زمانہ میں یہ بات یاد ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیر کے لئے نکلتے تو صرف حافظ حامد علی صاحب ساتھ ہوتے۔ ایک دفعہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرف سیر کے لئے آنا یاد ہے۔ میں اس وقت چونکہ چھوٹا بچہ تھا۔ اس لئے میں نے اصرار کیا۔ کہ میں بھی سیر کے لئے چلوں گا۔ اس زمانہ میں یہاں جھاؤ کے پودے ہُوا کرتے تھے۔ اور یہ تمام علاقہ جہاں اب تعلیم الاسلام ہائی سکول بورڈنگ اور مسجد وغیرہ ہے۔ ایک جنگل تھا۔ اور اس میں جھاؤ کے سوا اور کوئی چیز نہ ہُوا کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرف سیر کے لئے تشریف لائے۔ اور میرے اصرار پر مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ مگر تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ میں تھک گیا ہوں۔ اس پر کبھی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھاتے۔ اور کبھی حافظ حامد علی صاحب۔ اور یہ نظارہ مجھے آج تک یاد ہے۔ تو وُہ ایسا زمانہ تھا کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوےٰ تھا۔ مگر آپ کو ماننے والے بہت قلیل لوگ تھے۔ اور قادیان میں آنے والا تو کوئی کوئی تھا۔ لیکن آج یہ زمانہ ہے۔ کہ ہمیں بار بار یہ اعلان کرنا پڑتا ہے۔ کہ

قادیان میں ہجرت کر کے آنے سے پیشتر

لوگوں کو چاہیئے۔ کہ وُہ اجازت لے لیں۔ اور اگر کوئی بغیر اجازت کے یہاں ہجرت کر کے آئے۔ تو اُسے واپس جانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اب آبادی خدا تعالےٰ کے فضل سے اتنی بڑھ گئی ہے کہ منافق بھی یہاں کھپ جاتے ہیں۔ پھر جن کو ذرا بھی باہر دشمنوں کی طرف سے تکالیف پہونچتی ہیں۔ اور وُہ ان کے

مقابلہ کی طاقت

نہیں رکھتے۔ تو کہتے ہیں چلو قادیان میں ہجرت کر کے چلیں۔ اس طرح کمزور ایمان والے بھی قادیان میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

غرض اس وقت یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ کہ جس کے دل میں

ایمان کا ایک ذرّہ

بھی ہو۔ اُسے چاہیئے کہ ہجرت کر کے قادیان آئے۔ اور اب ہمیں شرطیں لگانی پڑتی ہیں۔

اور کہنا پڑتا ہے۔ کہ جس کے دل میں ذرا بھی ایمان ہو۔ صرف وُہ آئے۔ دُوسروں کے آنے کی ضرورت نہیں۔ پھر کجا وُہ وقت تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بائیکاٹ کر دیا جاتا۔ برتن بنانے والوں کو آپ کے برتن بنانے سے۔ سقوں کو آپ کا پانی بھرنے سے۔ اور چوہڑوں کو آپ کے مکانات کی صفائی کرنے سے روک دیا جاتا۔ اور کجا آج یہ حالت ہے۔ کہ

قادیان میں ہر پیشے والے کثرت سے احمدی پائے جاتے ہیں

بلکہ بعض پیشوں میں ۸۰-۹۰ فیصدی اور بعض پیشوں میں سو فیصدی احمدی ہی احمدی نظر آتے ہیں۔ شائد آج سے چند سال پہلے میں یہ نہ کہہ سکتا۔ کہ ہر پیشہ کے احمدی قادیان میں بکثرت موجود ہیں۔ کیونکہ خاکروب جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ احمدی نہیں تھے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے خاکروب بھی احمدی ہیں۔ اور کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر پیشہ کے احمدی قادیان میں موجود ہیں۔ پھر ان علاقوں میں جہاں پھرنے سے وحشت ہوتی تھی۔ اور جھاؤ ہی جھاؤ نظر آتا تھا۔ وہاں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے عمارتیں ہی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اور یا ان رستوں میں چلنے سے انسان گھبراتا تھا۔ یا اب یہاں تقریریں ہوتی ہیں۔ اور جلسے ہوتے ہیں۔ تو اگر یہ درست ہے۔ کہ

اِنسانی فطرت

اتنی گری ہوئی ہے۔ کہ وُہ حق بات مانتی نہیں۔ تو یہ لوگ کہاں سے آ گئے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ انسان کبھی صحیح راستہ اختیار نہیں کرتا۔ وُہ یا افراط کی طرف چلا جاتا ہے۔ یا تفریط کی طرف۔ یا تو وُہ کہتا ہے۔ کہ میری اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ اور یا وہ یہ کہنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں ہی اصلاح کے قابل تھا۔ باقی دُنیا اصلاح کے قابل نہیں۔ اسی طرح اگر اس کے اندر خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وُہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میری یہ کہاں قسمت ہے۔ کہ مجھے ہدایت حاصل ہو۔ اور جب اُسے ہدایت مِل جاتی ہے۔ تو وُہ یہ کہنے لگ جاتا ہے کہ میں ہی دُنیا میں ایک خوش قسمت انسان ہوں۔ میں ہی جنتی۔ اور

اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا

ہوں۔ باقی سب دوزخی اور جہنمی ہیں حالانکہ اگر یہ آپ ڈوبتا ہے۔ تب بھی نقصان ہے۔ اور اگر یہ تو بچ جاتا ہے۔ مگر لوگ ڈوب جاتے ہیں۔ تب بھی نقصان ہے۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ یہ بھی نہ ڈوبے۔ اور دُوسرے لوگ بھی نہ ڈوبیں۔ اور یہ اُسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اپنے نفس پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اگر وُہ اپنے آپ پر بدظنی نہ کرے۔ اور اپنے رب پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اور یہ سمجھے۔ کہ وُہ سخت گیر اور سنگدل نہیں۔ بلکہ رحم کرنے والا۔ اور گنہگار کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ مجھے چاہیئے۔ کہ میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا چلا جاؤں۔ تو اول تو وُہ دُنیا میں ہی کامیاب ہو جائے گا۔ اور

شیطان کے پنجہ سے رہائی

پا جائے گا۔ اور اگر دُنیا میں کامیاب نہ ہُوا۔ اور اسی جد و جہد میں اُسے موت آ جائے۔ تب بھی خدا تعالیٰ کا فضل اسے ڈھانپ لے گا۔

غرض انسان اگر اپنے نفس پر بدظنی ترک کر دے۔ تو اس سے اس کے گناہ بھی کم ہو جائیں۔ اور اس کے دل میں کام کرنے کی امنگ اور جوش پیدا ہو جائے۔ اسی طرح اگر وُہ دُنیا پر حسن ظنی کرے۔ اور کہے۔ کہ اگر مجھے ہدایت مل سکتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ دوسروں کو نہیں مل سکتی۔ یقیناً جس طرح مجھے ہدایت ملی۔ اسی طرح دوسروں کو بھی ہدایت مل سکتی ہے۔ تو اس کے نتیجہ میں وُہ اُن کو

تبلیغ کرنے سے غافل

نہیں ہوگا۔ اور اپنی کوشش میں مشغول رہے گا۔ یہاں تک کہ انہیں ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ اس امر کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ وُہ لوگ جو ایک وقت صداقت کے شدید ترین دُشمن ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت میں اسی صداقت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے والے بن جاتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص ایک مشہور صحابی

گزرے ہیں۔ گو مسلمانوں کا ایک طبقہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ وُہ بہت ذہین۔ اور ہوشیار تھے۔ وُہ جب مرض الموت سے بیمار ہوئے۔ تو ایک دوست ان کی عیادت کے لئے گئے۔ اور پوچھا۔ کیا حال ہے۔ وُہ یہ سُنکر رو پڑے۔ اور کہنے لگے اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مَیں فوت ہو جاتا۔ تو مجھے یقین ہوتا۔ کہ میں بخشا جاؤں گا۔ کیونکہ اس وقت ہم ہر قسم کے عیبوں سے بچے ہُوئے تھے۔ مگر آپ کی وفات کے بعد کئی واقعات ایسے پیش آئے ہیں کہ اب اپنے اعمال کے متعلق مجھے شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ (حضرت عمرو بن العاص درحقیقت حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت علی رضؓ سے جنگ کرتے رہے تھے۔ اور شائد اسی کا ان کی طبیعت پر اثر تھا) پھر کہنے لگے۔ میرا عجیب حال ہے۔ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قابلِ نفرت وجُود مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے جونہی آپ کا دعوٰے سُنا۔ دل میں آپ سے بغض پیدا ہو گیا۔ اور اسی بغض کی وجہ سے میں نے آپکی شکل کبھی نہ دیکھی۔ بلکہ اتنی نفرت پیدا ہو گئی۔ اتنی نفرت پیدا ہو گئی۔ کہ میں کبھی یہ پسند نہ کرتا۔ کہ میں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک جگہ جمع ہوں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے ہدایت دی۔ اور میں مسلمان ہو گیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھے اتنی محبت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی اس قدر عظمت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ کہ میں آپ کے جلال اور آپ کے رُعب کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور آج یہ حالت ہے۔ کہ اگر کوئی مجھ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علیہ پوچھے۔ تو میں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ بُغض کے وقت مجھے آپ سے اتنا بُغض تھا۔ کہ اس بُغض کی شدت کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ اور محبت کے وقت مجھے آپ سے اتنی محبت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی اس قدر عظمت میرے دل پر مستولی ہو گئی۔ کہ آپ کے رعب اور جلال کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ یہ

کتنا عظیم الشان تغیر

ہے۔ جو ان میں پیدا ہوا۔ اگر اس قسم کے لوگ پہلے زمانہ میں ہو سکتے تھے۔ تو یقیناً آج بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں :.

پس مومن کو کبھی بھی

فطرت انسانیہ پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے

خواہ وہ بدظنی اپنی ذات کے متعلق ہو۔ اور خواہ دوسرے لوگوں کے متعلق جب تک ہماری جماعت کے دوست اس نقص کو دور نہ کرلیں۔ اس وقت تک نہ انکے گناہ دور ہوسکتے ہیں۔ اور نہ وہ تبلیغ میں پورے جوش سے حصہ لے سکتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان نہ اپنی ذات پر بدظنی کرے اور نہ خدا تعالےٰ پر بدظنی کرے۔ دنیا میں مختلف کام مختلف میعاد کے اندر ہوتے ہیں۔ کوئی دس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی بیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی تیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی چالیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی پچاس سال کے اندر ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے بھی کوئی جلدی بچ جاتا ہے۔ کوئی دیر میں بچتا ہے۔ اور کوئی بہت ہی دیر میں بچتا ہے۔ اس کا کام صرف اتنا ہی ہے کہ کوشش کرتا چلا جائے۔ اس سلسلہ میں اس کا اپنی کامیابی دیکھنا ضروری نہیں۔ ہاں باطنی کامیابی اسے فوراً حاصل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ ظاہر کو نہیں دیکھتا۔ جب کوئی شخص اپنی اندرونی صفائی کے لئے کوشش شروع کردیتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ اسی وقت کامیاب سمجھا جانے لگتا ہے گو دنیا کے نزدیک اس کی کامیابی میں ابھی کچھ دیر ہو۔ پس مومن کو بدظنی کے مرض سے بہت بچنا چاہیئے۔ میں نے قریباً ہر قوم کے لوگوں سے مل کر دیکھا ہے۔ کہ ان میں نیک اور شریف النفس لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں سے مجھے جب بھی ملنے کا موقعہ ہوا ہے۔ میں نے ان کی اکثریت کو

شرافت اور نیکی کی خواہش

اپنے دل میں رکھنے والی پایا ہے اور ان میں سے اکثر کو سچائی کی جستجو ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ اگر ان کے سامنے سچائی پیش کی جائے۔ تو وہ اسکو قبول کرنے کی جرأت نہ کرسکتے ہوں۔ کیونکہ دل میں سچائی کے حصول کی تڑپ ہونا اور بات ہے۔ اور سچائی کو کسی روک کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے قبول کرلینا اور بات ہے۔ لیکن بہر حال ملاقاتوں اور خطوط سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہندوؤں میں کثرت ایسے لوگوں کی ہے۔ جن کے دلوں میں

اللہ تعالےٰ کو خوش کرنیکی ایک تڑپ

ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جسے روحانیت کہتے ہیں۔ روحانیت خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی تڑپ کا نام ہے۔ جس کے اندر یہ تڑپ تھوڑی ہو۔ اسمیں تھوڑی روحانیت ہوتی ہے۔ اور جس میں یہ تڑپ زیادہ ہو۔ اس میں زیادہ روحانیت ہوتی ہے۔ اور عدم روحانیت اس بات کا نام ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کا خیال انسان کے دل میں نہ ہو۔ جو شخص خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کی رضا کے ماتحت کام نہیں کرتا۔ وہ چاہے جتنی بھی نیکی کرے دنیا دار کہلاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو

خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے

کوئی کام کرتا ہے۔ وہ چاہے کتنی ہی حقیر نیکی کرے دیندار کہلائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس لئے چندہ دیتا ہے۔ کہ اسے نام و نمود اور شہرت حاصل ہو۔ اس کا جتھا مضبوط ہو۔ تو وہ دنیا دار کہلائے گا لیکن اگر کوئی شخص صرف ایک پیسہ یا دو پیسے چندہ دیتا ہے۔ مگر اس لئے دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو۔ تو وہ روحانی آدمی کہلائے گا۔ یورپ میں آج کل لاکھوں نہیں کروڑوں روپے صدقہ وخیرات دینے والے موجود ہیں۔ مگر کوئی شخص انہیں روحانی آدمی نہیں کہتا۔ کیونکہ ان کی غرض محض یہ ہوتی ہے۔ کہ ہماری قوم مضبوط ہوجائے۔ ہمارا جتھا بڑا ہوجائے اور ہمیں دنیا میں عزت اور شہرت حاصل ہوجائے۔ اسی لئے وہ باوجود بڑی بڑی رقوم چندہ دینے کے دنیا دار کہلاتے ہیں لیکن

خدا تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے

اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی چندہ میں دیتا ہے۔ تو وہ روحانی آدمی کہلاتا ہے ۔

تو میرا تجربہ یہ ہے کہ دنیا کے اکثر لوگوں میں روحانیت پائی جاتی ہے سوائے آوارہ گردوں اور اوباشوں کے بلکہ ان میں سے بھی ایک طبقہ ایسا ہے۔ جس کے اندر خشیت اللہ ہوتی ہے۔ لیکن اس طبقہ کو مستثنےٰ کرتے ہوئے میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو حقیقی آوارگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے سوا دنیا کے ہر شخص میں کچھ نہ کچھ روحانیت ہوتی ہے۔ مگر

آوارگی کی تعریف

جو میں کرتا ہوں۔ وہ دوسرے لوگوں سے مختلف ہے۔ میں چور کو آوارہ نہیں کہتا۔ میں ایک بدکار کو بھی آوارہ نہیں کہتا آوارہ میرے نزدیک وہ ہے۔ جو اپنے وقت کو رائگاں کھوتا اور اسے ہنسی اور مخول میں ضائع کردیتا ہے۔ ایسے لوگوں میں ہرگز روحانیت نہیں پائی جاسکتی۔ میں نے چوروں میں بھی روحانیت دیکھی ہے۔ میں نے بدکاروں میں بھی روحانیت دیکھی ہے۔ مگر میں نے ان لوگوں میں روحانیت نہیں دیکھی۔ جو بیکار بیٹھے رہتے اور ہاہو ہو کررہے۔ اور لوگوں پر ہنسی اور تمسخر اڑا رہے ہوتے ہیں بلکہ جرم کرنے والوں میں احساس گناہ اور احساسِ ندامت زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے بعض عبادت کرنے والوں میں کبر پیدا ہوجاتا ہے۔ مگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں دنیا میں ہر گنہگار میں احساسِ ندامت نہیں ہوتا۔ جیسے ہر عابد میں کبر نہیں ہوتا۔ یہ صرف بعض لوگوں کی قسمیں ہیں۔ بہر حال

روحانیت ایک وسیع چیز ہے

اور میرے نزدیک ننانوے فی صدی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ صرف ایک فی صدی وہ لوگ ہیں۔ جن پر دنیا داری کامل طور پر چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور روحانیت کے حصول کی کوئی خواہش ان کے دلوں میں نہیں ہوتی۔ مگر ایسے آدمی جیسا کہ میں بتاچکا ہوں۔ بہت کم ہوتے ہیں حتیٰ کہ دہریہ بھی ایسے نہیں ہوتے۔ دہریہ انسان ایک خاص عمر میں ہوتا ہے۔ مگر پھر جوں جوں اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اس کی دہریت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ جن دہریوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آیا۔ جو چند سال گزرنے کے بعد اپنی دہریت پر قائم رہا ہو۔ ایک نوجوان شخص جو ہندوستانی تھا ولائت میں مجھے ملا۔ وہ اس وقت دہریت پر اتنا یقین اور وثوق رکھتا تھا۔ کہ ہر وقت خدا تعالےٰ کے وجود پر ہنسی اور تمسخر اڑاتا رہتا تھا اور اس کی

دین سے بے بہرگی

کی یہ کیفیت تھی۔ کہ وہ ایک دفعہ کہنے لگا۔ ہندوستانی اتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔ اتنے بے وقوف ہوتے ہیں کہ اب مجھے اپنے آپکو ہندوستانی کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس پر ہندوستانیوں کی حماقت کی جو مثال اس نے مجھے سنائی۔ وہ میں آپ لوگوں کو بھی بتاتا ہوں۔ اسی سے آپ سمجھ سکیں گے کہ اس کی دینی حالت کیا تھی۔ وہ کہنے لگا۔ ہم چند ہندوستانی دوست جب پہلے پہل تعلیم کے لئے ولائت آئے۔ اور مارسیلز میں اترے۔ تو ایک دوست نے کہا یہاں ایک میوزیم ہے۔ چلو دیکھ لیں۔ چنانچہ ہم سب میوزیم دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم وہاں سے ہا ہا ہی ہی کرتے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھاگے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ وہاں

ننگی تصویریں

تھیں۔ جنہیں ہم دیکھتے ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگے۔ مگر اب یہ حالت ہے۔ کہ ننگی عورتیں دیکھ کر

بھی ہمارے دل میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ گویا اس نے بتایا۔ کہ جب ہم ہندوستان سے آئے تھے۔ تو اتنے جاہل تھے۔ اتنے جاہل تھے کہ ننگی تصویریں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حالانکہ

تہذیب کا کمال

یہ ہے۔ کہ انسان ننگی عورتوں کو دیکھے تو اس کی آنکھ تک نہ جھپکے۔ یہ اس کے نزدیک تہذیب اور شرافت کا معیار تھا مگر دس بارہ سال کے بعد وہ ایک دفعہ مجھے ہندوستان میں ملا۔ اس وقت وہ ایک کالج کا پروفیسر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا بتاؤ اب تمہاری کیا حالت ہے۔ وہ کہنے لگا مذہبی آدمی تو مَیں ہوں نہیں۔ لیکن میری اب وہ پہلی حالت نہیں رہی چنانچہ طالب علموں سے پوچھ لیجئے۔ جب خدا تعالےٰ کے متعلق یہ کوئی اعتراض کرتے ہیں۔ تو مَیں انہیں کہتا ہوں کہ مَیں بھی ان راستوں سے گذر چکا ہوں۔ مگر میرا تجربہ یہی ہے۔ کہ

مذہب کو تسلیم کئے بغیر اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہوتا

اب دیکھو اس کی یا تو وہ حالت تھی اور یا یہ حالت ہو گئی۔ مگر اس کے اندر یہ تغیر کیوں ہوا؟ اسی لئے کہ کل مولودٍ یُولد علیٰ فطرۃ الاسلام کے مطابق ایک فطرتی نیکی اس کے اندر موجود تھی جو بعد میں ظاہر ہو گئی۔ گویا فطرت پر پہلے ایک پالش چڑھا ہوا تھا۔ مگر جب وہ پالش اتر گیا۔ تو فطرت اپنی اصلی حالت میں رونما ہو گئی۔ تو گناہ اور بدی اور افتراء اور جھوٹ یہ ساری چیزیں ملمع ہیں۔ ورنہ اندرونی طور پر تمام انسان نیک ہوتے ہیں۔ جب تک ہم یہ نکتہ نہ سمجھ لیں۔ کلی طور پر ہم اصلاحِ عالم نہیں کر سکتے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کسی کی بد اعمالی کیوجہ سے اس کے متعلق یہ فیصلہ کر دے کہ وہ جہنمی ہے۔ مگر ایسی سزا بھی عارضی ہوگی مستقل نہیں ہوگی۔ اگر یہ سزا مستقل ہوتی تو جہنم بھی مستقل ہوتا مگر خدا تعالےٰ نے جہنم کو مستقل نہیں رکھا۔ بلکہ جنت کو مستقل رکھا ہے۔ اور اس طرح ہمیں بتایا ہے۔ کہ نیکی مستقل چیز ہے۔ اور بدی عارضی چیز۔

جب ہمیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے تعلیم ایسی اعلےٰ ملی ہے۔ تو یہ کتنے

بڑے تعجب کی بات

ہوگی۔ اگر وہی قوم جس کے سپردِ اصلاحِ عالم کا کام ہو۔ تھک جائے اور کہے کہ لوگ اس کی بات نہیں مانتے۔ یا اس لئے ہمت ہار کر بیٹھ جائے کہ وہ نیکی حاصل نہیں کر سکتی۔ یا اگر اس نے خود نیکی حاصل کر لی ہے۔ تو وہ دوسروں کے متعلق یہ خیال کر لے کہ وہ نیک نہیں بن سکتے۔ وہ کیوں یہ خیال نہیں کرتی۔ کہ اور لوگ خدا تعالےٰ کے سوتیلے بیٹے نہیں۔ وہ بھی اس کی مخلوق ہیں۔ اور ان سے بھی خدا تعالےٰ محبت اور پیار رکھتا ہے۔ اگر وہ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ تو یقیناً ایک وقت ایسا آ جائے گا۔ جبکہ وہ ہدایت پا جائیں گے۔

تو مومن کو اپنی فطرت کی نیکی پر پورا بھروسہ اور یقین رکھنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے کہا

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

بعض لوگ اسے حدیث قرار دیتے ہیں۔ بعض اسے آثار میں سے قرار دیتے ہیں لیکن جو بھی ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس میں ایک نکتۂ معرفت بیان کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس سے وحدت وجود کا استدلال کرتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان اپنی فطرت کو سمجھ لے تو اسے خدا ضرور مل جاتا ہے۔ جب ایک انسان اس یقین پر قائم ہو جائے۔ کہ میری فطرت خدا تعالےٰ نے نیک بنائی ہے۔ اور مجھے اس نے اس لئے بنایا ہے۔ کہ اس کا وصال مجھے حاصل ہو۔ تو فطرت کو خدا تعالےٰ نے ایسا طاقتور بنایا ہے کہ اس یقین کے بعد وہ شیطان سے شکست نہیں کھا سکتا۔ اور جو شخص شیطان سے نہیں ہارتا۔ جنت اس کا ورثہ ہوتا اور جنت کا وہ ٹھیکیدار ہو جاتا ہے۔

پھر جب اسے اس بات پر یقین ہو جاتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ تو وہ اس یقین کے بعد دوسروں کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ اور ہر رنگ میں انہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش اور سعی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے۔ کہ یہ لوگ بچ جائیں گے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کسی گھر کو آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چاروں طرف سے اس کے شعلے نکل رہے ہوں۔ اور انسان یہ سمجھ لے کہ اب اس گھر کے آدمیوں میں سے ہم کسی کو نہیں نکال سکتے۔ تو وہ واقعہ میں کسی آدمی کو نہیں نکال سکتا۔ لیکن جب کوئی شخص ایک عزم اور ارادہ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے میں کوشش تو کروں ممکن ہے بعض لوگوں کو مَیں نکال لاؤں۔ تو وہ آگ کے اندر داخل ہو کر بعض لوگوں کو واقعہ میں بچا لیتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو یقین ہو۔ کہ لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور پھر وہ اپنی کوششیں جاری رکھتا ہے۔ تو اس کی تبلیغ بہت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یقین سے خالی دل لے کر جاتا اور لوگوں کو سمجھاتا ہے۔ تو اس کی تبلیغ میں کیا اثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ گو تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ مگر ان کا دل یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے تو ماننا ہی نہیں اس طرح جب وہ لوگوں پر بھی بدظنی کرتے ہیں۔ اور اپنے خدا پر بھی بدظنی کرتے ہیں۔ تو ان کی تبلیغ میں کوئی برکت نہیں رہتی۔ اور وہ خالی ہاتھ گھر واپس آ جاتے ہیں

آخر کیا فرق ہے

انبیاء کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ کیا فرق ہے اولیاء کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ کیا فرق ہے مومنوں کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ فرق یہی ہے۔ کہ مومن جب بولتا ہے تو اس یقین اور وثوق سے بولتا ہے۔ کہ مَیں دنیا کو ہلا دوں گا۔ میرے سامنے اگر پہاڑ بھی آئے تو میں اسے اڑا دوں گا۔ اور جو مخالف میرے سامنے ہے اس کی مجال نہیں کہ میرے ہاتھ سے جا سکے۔ وہ میرا شکار ہے۔ جو کہیں اور نہیں جا سکتا۔ میں اس کی بدی کا چولا پھاڑ دوں گا۔ اور اس کی حقیقی نیکی جو اس کی فطرت میں مرکوز ہے نکال کر باہر رکھ دوں گا۔ لیکن دوسرا جب تبلیغ کرتا ہے۔ تو دل میں یہ بھی کہتا جاتا ہے۔ کہ میں یونہی تبلیغ کر رہا ہوں۔ ورنہ اس نے ماننا تو ہے نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے قلب کا اثر دوسرے شخص کے قلب پر بھی جا پڑتا ہے۔ اور وہ بھی کہتا ہے کہ یہ بیشک تبلیغ کرے۔ میں نے اس کی بات نہیں ماننی۔ لیکن دل کے اندر سے نکلی ہوئی بات دوسرے کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اور انسان خواہ کس قدر مخالف ہو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اور اس میں انبیاء و اولیاء کی کوئی تخصیص نہیں۔ عام مومن پر بھی جب اس قسم کا وقت آتا ہے تو اس کے ذریعہ قلوب میں ایسا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اسے دیکھکر حیرت آتی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی ایک مثال

ہے جو اس امر کو خوب واضح کر دیتی ہے۔ حضرت عمر رضؓ اسلام کے سخت دشمن تھے اتنے دشمن کہ وہ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے چل پڑے مگر ابھی راستہ میں ہی تھے کہ کسی نے ان سے پوچھا عمرؓ کہاں جا رہے ہو۔ وہ کہنے لگے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام تمام کرنے چلا ہوں۔ اس نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے وہ کہنے لگا۔ اعتبار نہیں تو گھر جا کر دیکھ لو۔ چنانچہ وہ اپنے بہنوئی کے گھر گئے۔ دیکھا تو دروازہ بند تھا۔ اور اندر انہوں نے ایک صحابی کو بلایا ہوا تھا جس سے وہ قرآن مجید سن رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو حضرت عمرؓ اندر داخل ہو گئے اور پوچھا کہ بتاؤ کیا ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ وہ کہنے لگے کچھ کیوں نہیں۔ کوئی بات ضرور ہے اور میں نے سنا ہے تم مسلمان ہو چکے ہو۔ یہ کہتے ہوئے وہ غصہ میں آگے بڑھے تا کہ اپنے بہنوئی کو ماریں جب وہ مارنے لگے تو ان کی بہن اپنے خاوند کی محبت کے جوش میں ان کو بچانے کے لئے بیچ میں آگئیں۔ اہل عرب کی یہ فطرت نہیں تھی۔ کہ وہ عورت پر ہاتھ اٹھائیں۔ مگر حضرت عمرؓ چونکہ اپنے بہنوئی پر ہاتھ اٹھا چکے تھے۔ اس لئے روک نہ سکے اور ضرب مار دی جو بجائے اپنے بہنوئی کے ان کی بہن کو جا لگی اور ان کے جسم سے خون ٹپکنے لگا۔ یہ دیکھ کر ان کی بہن جوش میں آگئیں۔ اور انہوں نے کہا۔ عمرؓ بھی ہم مسلمان ہو چکے ہیں تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو۔ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے ڈر کی وجہ سے مسلمان عام طور پر ان سے کھل کر گفتگو نہیں کرتے تھے مگر اس دن جب انہوں نے یقین اور وثوق سے بھرے ہوئے

یہ الفاظ سنے۔ کہ تم نے جو کرنا ہے کر لو ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور اب اسلام کو ہم ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ تو گویہ الفاظ ایک کمزور فطرت عورت کے مونہہ سے نکلے تھے۔ جو عام طور پر دوسرے کی حفاظت چاہتی ہے۔ مگر جب اس عورت نے یہ کہہ دیا۔ کہ میں عورت ہو کر یہ کہتی ہوں۔ کہ اب ہم اسلام پر قائم ہو چکے ہیں تم نے جو کرنا ہے کر لو تو یہ یقین اور وثوق ان کے دل کو کھا گیا اور انہوں نے کہا اچھا مجھے بھی بتاؤ کہ تم کیا سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا تم قسم کھاؤ کہ اس کی بے ادبی نہیں کرو گے۔ انہوں نے یقین دلایا کہ میں بے ادبی نہیں کروں گا۔ آخر انہوں نے اس صحابی کو جسے انہوں نے مکان میں پوشیدہ کر دیا تھا۔ اندر سے بلایا اور قرآن شریف سنانے کے لئے کہا۔ انہوں نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔ چونکہ وہ اس سے پہلے اسلام کی صداقت کے متعلق ایک یقین اور وثوق کا نظارہ دیکھ چکے تھے اور وہ یہ یقین بھری تبلیغ سن چکے تھے کہ ہم اپنی جانیں دیدیں گے مگر اسلام کو نہیں چھوڑیں گے اور اس قسم کی تبلیغ انہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے قرآن کریم سنتے ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور وہاں سے اٹھ کر سیدھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے۔ بعض صحابہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں بیٹھے ہوئے تھے اور دروازہ بند تھا کہ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ آپ نے پوچھا کون ہے انہوں نے عرض کیا۔ عمرؓ۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص بڑا خطرناک اور لڑاکا ہے دروازہ نہیں کھولنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ آپ کی کوئی بے ادبی کرے مگر حضرت امیر حمزہؓ نے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور بڑے بہادر انسان تھے کہا دروازہ کھولو ڈر کی کونسی بات ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ کھول دو جب صحابہ نے دروازہ کھولا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کا استقبال

کرنے کے لئے دروازہ تک تشریف لے گئے۔ اور جب حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے عمرؓ کیا اب تک تمہاری ہدایت کا وقت نہیں آیا؟ وہ ادہر اپنی بہن کے ایمان کا نظارہ دیکھ کر آئے تھے۔ ادہر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جب یہ فقرہ انہوں نے سنا تو ان کا جسم سر سے لے کر پیر تک ہل گیا۔ کیونکہ اس فقرہ میں گو بظاہر دو چار لفظ ہیں مگر کیسا یقین اور وثوق ہے جو ان الفاظ سے ٹپک ٹپک کر ظاہر ہو رہا ہے کہ جس سچائی اور صداقت کو میں لے کر دنیا میں آیا ہوں اسے جلد یا بدیر دنیا مان کر رہے گی۔ اور ہر ایک کا ایک وقت ہے جس میں اسے ہدایت ملے گی۔ مگر اے عمر کیا تیرا وقت ابھی نہیں آیا۔ اس فقرہ کا سننا تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کے دل سے رہی سہی میل بھی دور ہو گئی۔ عمرؓ جیسے سخت گیر انسان پر بے انتہا رقت طاری ہو گئی بے اختیار ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ میں تو خادم ہونے کے لئے آیا ہوں۔

دیکھو یہ

یقین کا اثر

ہے جو حضرت عمرؓ پر ظاہر ہوا اور جس نے ان کے اندر ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا۔ وہ پہلے بھی وہی قرآن سنتے تھے جو انہوں نے بعد میں سنا مگر جب ان کے کانوں میں ایک عورت کی یہ آواز پہنچی کہ میں ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں مگر اسلام کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ادہر انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فقرہ سنا کہ جس سچائی کو میں لے کر آیا ہوں۔ ایک دن دنیا اسے ماننے پر مجبور ہوگی وہ اسے قبول کئے بغیر رہ نہیں سکتی گویا واقعات کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے رنگ میں پیش کیا کہ جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ تو اس یقین اور وثوق نے حضرت عمرؓ کی حالت بالکل بدل ڈالی۔

اسی طرح تاریخوں میں آتا ہے کہ

ایک شریر اور مفسد شخص

تھا جو گو مسلمان کہلاتا تھا۔ مگر اسلامی احکام پر ہمیشہ ہنسی اور تمسخر اڑاتا رہتا۔ لوگ اسے بہت سمجھاتے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا کئی سال کے بعد ایک دفعہ لوگوں نے اسے دیکھا کہ وہ حج کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ اس کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تو تو حج پر ہنسی کرتا اور تمخول اڑایا کرتا تھا مگر آج تو خود حج کرنے کے لئے آگیا۔ یہ تغیر تیرے اندر کس طرح پیدا ہو گیا۔ وہ کہنے لگا بے شک آپ لوگ مجھے سمجھایا کرتے تھے مگر ہدایت کا کوئی خاص وقت ہوتا ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ گلی میں سے ایک شخص گذرا جو نہایت ہی دردناک لہجہ میں یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا۔ کہ الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ کہ کیا مومنوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ان کے دل اللہ تعالے کے ڈر سے بھر جائیں۔ معلوم نہیں اس کے دل کی اس وقت کیا کیفیت تھی اور اس کے اندر کس قدر سوز اور درد بھرا ہوا تھا کہ میں یہ آیت سنتے ہی تڑپ اٹھا اور میں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے حج کے لئے چل پڑا تو صداقت اور یقین سے جو تبلیغ کی جاتی ہے اس میں اور دوسری باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے اور

یہی وہ باتیں ہوتی ہیں۔ جو دوسرے کے قلب کو بالکل صاف کر دیتی ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک جنگ سے واپس تشریف لائے تو کوئی دشمن جس کے دو رشتہ دار مسلمانوں کے ہاتھوں لڑائی میں مارے گئے تھے۔ اس نے اپنی تلوار لی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں چل پڑا۔ ایک جنگل میں جب اسلامی لشکر پہنچا۔ تو تمام لوگ آرام کرنے کے لئے ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ صحابہ رضؓ گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ پہرہ رکھتے تھے مگر اس وقت انہوں نے خیال کیا۔ کہ یہاں جنگل میں کون دشمن آنے لگا ہے۔ اور سب اِدھر اُدھر درختوں کے نیچے سو گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تلوار ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دی۔ اور آرام کرنے کے لئے اس درخت کے نیچے سو گئے۔ وہ شخص جو تعاقب میں تھا ایسی موقعہ کا منتظر تھا۔ وہ جھٹ ایک جھاڑ کے پیچھے سے نکلا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس نے اٹھالی۔ آہٹ پا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے جب آپ کو جاگتے دیکھا تو تلوار سونت کر کہنے لگا۔ بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لیٹے لیٹے ایک اطمینان اور یقین سے فرمایا کہ اللہ۔ اللہ کا لفظ لوگ ہزاروں دفعہ استعمال کرتے ہیں۔ مگر کون ہے جس کے الفاظ میں وہ اثر ہو۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تھا۔ آپ نے جس یقین اور وثوق سے یہ لفظ استعمال کیا۔ وہ تلوار سے زیادہ تیزی کے ساتھ اس کے دل میں اتر گیا۔ اور اس کا ایسا اثر اس پر پڑا۔ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً وہ تلوار اٹھا کر پکڑ لی اور پھر اس کے سر پر تلوار کھینچ کر فرمایا۔ بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ آپ ہی رحم کریں۔ تو کریں۔ آپ نے فرمایا اے نادان تو نے پھر بھی سبق حاصل نہ کیا۔ کم از کم مجھ سے سنکر ہی تو یہ کہہ دیتا۔ کہ اللہ مجھے بچائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یا تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور یا وہیں مسلمان ہو گیا۔

تو دل سے نکلی ہوئی جو بات ہو۔ اس کا رنگ بالکل اور قسم کا ہوا کرتا ہے لیکن اگر کسی کو اپنی بات پر ہی یقین نہ ہو تو اس نے اثر کیا کرنا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک قوم میں سے صرف ایک بہادر آدمی اٹھتا۔ اور ساری قوم کو زندہ کر دیتا ہے۔ لیکن کئی آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ دعوے تو یہ کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنی جانیں دیدینگے۔ مگر جب گھر سے نکلتے ہیں تو ایک قدم ان کا آگے اٹھتا ہے۔ اور ایک پیچھے۔ ایسے آدمیوں کا اپنی قوم میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ انہیں ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں۔

پس کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے فطرت انسانی پر

انسان کو کبھی بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے

یہ امر اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ ہر قوم میں نیکی پائی جاتی ہے۔ نیکی پر تمہارا کوئی ٹھیکہ نہیں ہاں کامل ہدایت بیشک تمہارے سوا اس وقت کسی اور کے پاس نہیں۔ مگر فطرتی نیکی سے نہ ایک ہندو محروم ہے نہ سکھ محروم ہے نہ عیسائی محروم ہے نہ یہودی محروم ہے۔ یہی چیز ہے۔ جو انسان کو ہدایت کی طرف لاتی ہے۔ اور فطرتی نیکی کا انسان کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے۔ جیسے انسان کے ساتھ اس کے پیروں کا۔ پیر جب چلتے ہیں۔ تب تم اپنے کسی رشتہ دار یا دوست سے مل سکتے ہو نہ چلیں۔ تو نہیں مل سکتے۔ اسی طرح فطرتی نیکی ہی ہے۔ جو کامل ہدایت تک پہنچاتی ہے یہ نہ ہو تو کامل ہدایت کسی انسان کو نہ مل سکے۔

پس بیشک خدا تعالے کی کامل اور حقیقی محبت تمہارے دلوں میں ہی ہے مگر اس کی محبت کی جو جستجو اور تڑپ ہے وہ ہر ایک شخص کے دل میں پائی جاتی ہے۔ پس اپنے آپ پر بھی بدظنی نہ کرو۔ اور دوسروں پر بھی بدظنی نہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اگر تم اس نکتہ کو سمجھ جاؤ۔ تو تم اپنی بھی اصلاح کر لوگے۔ اور دوسروں کی بھی۔ کیونکہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ جس نے اپنی ذات کو نہیں پہچانا اس نے خدا کو بھی نہیں پہچانا اور جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے خدا کو بھی پہچان لیا جس نے یہ سمجھا کہ میں گندہ ہوں اور خدا تعالے کو نہیں مل سکتا۔ وہ چونکہ اپنے آپ پر اور اپنے خدا پر بدظنی کرتا ہے۔ اس لئے واقعہ میں اس کی محبت سے محروم رہتا ہے۔ مگر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ ہر شخص کو خدا تعالے نے اسی لئے بنایا ہے۔ کہ اس کی رضا کا وارث ہو۔ اور اس کی محبت کا حامل۔ اسے خدا تعالے ہر حال مل جاتا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے متعلق اور دوسرے لوگوں کے متعلق بدظنی کے مرض کو دور کرے اور اپنے اندر

ایک یقین اور وثوق

پیدا کرے۔ تب ہی اس کے اندر امنگیں پیدا ہونگی۔ اور تب ہی یہ لوگوں کی اصلاح کے کام میں کامیاب ہو گا۔ اور اگر یہ نہ ہو تو انسان کی تمام کوششیں رائیگاں اور فضول چلی جاتی ہیں۔

مدینۃ المسیح

قادیان ۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۸ بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ حضور کو بخار کی تکلیف ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالے کے فضل سے نسبتاً اچھی ہے۔

۲۹ دسمبر کو مستقل گاڑیوں کے علاوہ سپیشل گاڑیوں کے ذریعہ مہمانوں کی بہت بڑی تعداد واپس چلی گئی۔ اسی طرح ۳۰ دسمبر کو بھی روانگی جاری تھی۔ اور بہت سے اصحاب روانہ ہو چکے تھے کہ ۳ بجے بعد دوپہر سے بوندا باندی شروع ہو گئی۔ اور رات کو اچھی بارش ہوئی۔ آج سارا دن بھی بارش ہوتی رہی۔ ابھی تک بادل گھرے ہوئے ہیں۔ اور زور کی بارش ہو رہی ہے خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل اور احسان سے جلسہ کے علاوہ آنے جانے کے ایام میں بھی مطلع بالکل صاف رکھکر اپنے ہزارہا بندوں کو دین کی باتیں سننے اپنے ایمان تازہ کرنے اور خدمت دین کیلئے نئی امنگ اور نیا جوش پیدا کرنے کا موقع بخشا اور جب بہت سے لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ تب بارش کو برسنے کی اجازت دی

آج چونکہ جمعہ کی نماز میں شمولیت کیلئے کچھ مہمان موجود تھے۔ اور بارش کیوجہ سے کسی ایک مسجد میں مقامی اور بیرونی سب لوگوں کے نماز جمعہ ادا کرنے کا انتظام ممکن نہ تھا۔ اس لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے ارشاد کے ماتحت اعلان کر دیا گیا۔ کہ مسجد اقصیٰ میں جہاں حضور خود نماز جمعہ پڑھائیں گے صرف مہمان جمعہ پڑھیں۔ اور مقامی اصحاب اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں مہمانوں کی خاطر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے باوجود علالت مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اور نماز پڑھائی۔ مسجد مبارک میں مولوی عبد الرحمن صاحب مولوی فاضل نے مسجد محلہ ریتی چھلہ میں قریشی محمد افضل صاحب نے مسجد محلہ دار الرحمت میں صوفی غلام محمد صاحب نے مسجد محلہ دار العلوم میں مولوی شریف احمد صاحب امینی نے مسجد محلہ دار الفضل میں حافظ محمد ابراہیم صاحب نے اور مسجد محلہ دار البرکات میں مولوی محمد اعظم صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔

۲۹ دسمبر۔ مرزا مہتاب بیگ صاحب کی لڑکی ڈاکٹر امتہ الحی صاحبہ کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ براتی جماعت احمدیہ دہلی کے احباب تھے۔ اس موقعہ پر مرزا صاحب نے دوپہر کے کھانے پر بعض مقامی اصحاب کو بھی مدعو کیا۔ از راہ نوازش حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی شرکت کی۔ اور دعا فرمائی۔

افسوس محمد رمضان صاحب موٹر ڈرائیور جو ۲۰ دسمبر کو قادیان اور بٹالہ کے راستہ میں موٹر الٹ جانے کی وجہ سے سخت مضروب ہوئے تھے۔ ۲۹ دسمبر کی رات کو فوت ہو گئے۔ ۳۰ دسمبر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے نماز جنازہ پڑھائی

وصیتیں

نمبر ۴۹۲۷:۔ منکہ حلیمہ بی بی بیوہ مولوی ہدایت اللہ قوم راجپوت عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳۷-۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اس وقت صرف ڈنڈیاں طلائی وزنی ایک تولہ دس ماشہ قیمتی موجودہ ۶۰ روپے ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ ۵/۴ روپے نقد ہیں۔ میں نے اپنا مہر اپنے خاوند کو زندگی میں بخش دیا تھا۔ میں اپنی جائداد کا ۱/۸ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائداد ثابت ہوگی تو اس کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۸ حصہ کی مالک ہوگی۔

العبد:۔ نشان انگوٹھا حلیمہ بی بی موصیہ

گواہ شد:۔ محمد عباد اللہ بقلم خود محلہ دارالرحمت

گواہ شد:۔ محمود احمد سکرٹری مال بقلم خود محلہ دارالرحمت۔

نمبر ۴۹۲۶:۔ منکہ صدیقہ بیگم زوجہ عباد اللہ قوم چوہان راجپوت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳۷-۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت صرف زیورات کلپ۔ کانٹے۔ نتھ انداز آٹھ تولہ طلائی ہیں۔ پٹڑیاں نقرئی کل زیورات کی قیمت ۱۲۳/- روپے ہے اس کے علاوہ میرا حق مہر مبلغ ۱۷۵/- روپے ہے جو کہ میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ میں اپنی تمام جائداد کی وصیت ۱/۵ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائداد ثابت ہوگی تو اس کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۵ حصہ کی مالک ہوگی۔

العبد:۔ صدیقہ بیگم قادیان

گواہ شد:۔ محمد عباد اللہ بقلم خود خاوند موصیہ قادیان

گواہ شد:۔ محمود احمد بقلم خود سکرٹری صاحب بابا محلہ دارالرحمت قادیان

نمبر ۴۹۲۸:۔ منکہ فضیلت النساء المعروف فضل بی بی بنت مرزا احمد نصر اللہ قوم مغل عمر اٹھارہ سال پانچ ماہ چھ دن پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارالفضل قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۳۷-۱۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے پاس اس وقت کوئی جائداد سوائے دو صد چھیاسٹھ روپے کے اور نہیں ہے۔ اور یہ رقم میرے والد صاحب کے پاس جمع ہے میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں اس رقم کا ۱/۳ حصہ بمد وصیت باقساط ادا کر دوں گی (۲) میں اقرار کرتی ہوں کہ اگر مجھے کسی وقت کوئی اس کے علاوہ اور آمدنی ہو تو اس کے ۱/۳ حصہ کی آمد بمد وصیت ادا کرتی رہوں گی۔ (۳) میں اقرار کرتی ہوں کہ اگر میری وفات کے بعد میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی لہٰذا یہ وصیت نامہ بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔

العبد:۔ فضیلت النساء المعروف فضل بی بی محلہ دارالفضل قادیان

گواہ شد:۔ محمد نصر اللہ پنشنر دارالفضل قادیان

گواہ شد:۔ نور احمد خان محلہ دارالفضل قادیان

نمبر ۴۹۲۵:۔ منکہ امۃ الرحیم زوجہ چوہدری چراغ دین صاحب قوم راجپوت بھٹی پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال کمپالہ افریقہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۳۷-۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت جائداد سوائے زیورات کے اور کوئی نہیں زیورات کی کل قیمت ۱۰۰/- روپیہ ہے۔ اور میرا مہر جو خاوند کے ذمہ ہے ۵۰۰/- روپیہ ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ اگر وقت وفات میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور اگر میں حصہ وصیت کردہ کی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں تو یہ رقم حصہ وصیت کردہ کی رقم منہا کر دی جائیگی نیز میں یہ بھی تصدیق کرتی ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ برحق خلیفہ ہیں۔ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو ضروری یقین کرتی ہوں اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا موجب نجات گردانتی ہوں۔ فقط والسلام

العبد:۔ امۃ الرحیم بقلم خود

گواہ شد:۔ چوہدری چراغ دین احمدی ٹیلیگراف آفس کمپالہ یوگنڈا خاوند موصیہ گواہ شد

[illegible]

ضرورت رشتہ

ہمارے ایک مخلص دوست جو مبلغ ۲۰ روپے ماہوار پر محکمہ نہر میں ملازم ہیں اور علاوہ ازیں چاہی زمین کے بھی مالک ہیں کیلئے رشتہ درکار ہے۔ جو سیرت اور صورت میں عمدہ ہو لڑکی قوم سیال زمیندار عمر ۲۲ سال رہائشی ضلع جھنگ صحت بہت عمدہ، شکیل نوجوان، اور مخلص احمدی ہیں خواہشمند احباب مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔ ع: انگلش ٹیچر چک ۲۴۳ ج۔ ب براستہ پکا آنا ضلع لائل پور

ماں کا خط اپنی بیٹی کے نام

میری نورِ نظر بچی خدا تم کو سلامت رکھے۔ ابھی دو مہینے باقی ہیں اور تم نے ابھی سے گھبرا کر خط لکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ اگرچہ پیدائش کی گھڑیاں بہت ہی مشکل ہوتی ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت دوبارہ دنیا میں آتی ہے۔ لیکن میری بچی تمہیں میرے تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ تمہارے ابا جان ایسے موقعہ پر مجھے ہمیشہ ڈاکٹر منظور احمد صاحب مالک شفاخانہ دلپذیر قادیان ضلع گورداسپور سے اکسیر تسہیل ولادت منگا دیا کرتے تھے۔ اس سے بچہ آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے اور بعد کی دردیں بالکل نہیں ہوتیں۔ قیمت بھی اس کی زیادہ نہیں شاید چار دو روپے آٹھ آنہ ہے۔ جو کہ فوائد کے لحاظ سے بالکل حقیر ہے۔ اپنے میاں سے کہہ کر یہ دوائی ضرور منگوائی رکھیں۔

برائے جملہ امراض چشم

تریاق بے نظیر — اکسیر العین — تیر بہدف اکسیر

Regularises the Visionary System — Makes the Eyes radiant and glossy

اگر آپ کو ضعف بصر۔ غبار آلودگی۔ زردی چھانا۔ موتیا بند۔ آشوب چشم۔ آمد چشم۔ بکھر دانے۔ ستارے سے دکھائی دینا۔ کویوں میں زخم ہونا۔ گوشت بڑھنا یا سرخ ڈورے ہونا۔ (ناخونہ) خون کے داغ پڑنا۔ جلن۔ خارش۔ دھند۔ پڑوال۔ جالا۔ پھولا۔ رتوندی یا شبکوری۔ آنکھ چندھیانا۔ گانجنی۔ رنگ برنگ کے ذرے دکھائی دینا۔ آنکھوں کا بھاری پن۔ کنپٹی کا درد۔ پتلی کا درد۔ حروف پھٹے پھٹے یا دو دو نظر آنا۔ کیچڑ آنا۔ روشنی کا برداشت نہ ہونا۔ اندھیری آنا۔ پپوٹوں اور پلکوں کی بیماریاں اور جملہ خرابیاں جو ضعف بصارت میں ہو سکتی ہیں۔ میں سے کوئی یا چند ہوں۔ تو آپ ہمارا اکسیر جو مستند اطباء ڈاکٹر اور دیدوں روساء اور کئی ناظرین الفضل کا مجرب ہے استعمال فرمائیں۔

اس کی ساخت عمدہ۔ تازہ پختہ۔ رسیدہ فصل پر لی ہوئی ۲۷ مفردات سے طب جدید کے اعلےٰ اصولوں پر اوزان صحیحہ و ترکیب و اصلاح اجزاء سے ہوتی ہے۔ اور مزید صفت یہ ہے کہ مفرح۔ مبرد اور ملین ہے۔ خشک سرموں کی طرح کو یہ میں کٹ کٹ نہیں کرتا پندرہ روز کے استعمال سے آنکھیں مانند آئینہ صاف و شفاف و روشن و قوی ہو جاتی ہیں مسافروں۔ کتب بینوں۔ طلباء و کارخانجات میں کام کرنے والوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ بفضل تعالےٰ تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۶ ڈبیہ کے خریدار کو محصول ڈاک معاف

ایم۔ ایس نظامی مالک کارخانہ اکسیر العین مقابل ریلوے سٹیشن بیاور ڈاکخانہ بیاور ضلع اجمیر شریف

ہندوستان اور ممالکِ غیر کی خبریں!

لیما (پیرو) ۳۰ دسمبر۔ پیرو میں زلزلہ کے باعث ۲۵ آدمی ہلاک اور ۱۰۰ سے زائد مجروح ہوئے۔ نیز کئی ایک گاؤں تباہ ہو گئے

کینٹن ۳۰ دسمبر۔ آج صبح جاپانی بمبار طیاروں نے کینٹن پر بمباری کی سرکاری افسروں نے تہ خانوں میں پناہ لی ۳۰ طیارے بیرونی اضلاع پر بھی دائم پو اور بیٹ شان پر بمباری کرتے ہوئے دیکھے گئے۔

قاہرہ ۳۰ دسمبر۔ آج صبح شاہ فاروق نے کابینہ کو برخاست کر دیا۔ شاہ موصوف نے مجوزہ آئین کی متنازعہ دفعات کے متعلق ثالثی فیصلہ کرنے کے لئے جو کمیشن مقرر کیا تھا۔ وزیر اعظم نے گذشتہ شب اس کے خلاف پُرزور پروٹسٹ کیا۔ شاہ فاروق نے محمود پاشاہ کو وزارت مرتب کرنے کی دعوت دی محمود پاشاہ ۲۹-۱۹۲۸ء میں مصر کا وزیر اعظم تھا۔ آج کل لبرل پارٹی کا صدر ہے۔

شنگھائی ۳۰ دسمبر۔ ایک ملاقات کے دوران میں جاپانی جرنیل متسوئی نے بیان کیا۔ کہ اگر چینیوں نے اپنے رویہ پر نظر ثانی نہ کی۔ تو اس صورت میں جاپانی مجبور ہونگے۔ کہ وسط چین بلکہ چنگ کیانگ تک اپنے فوجی اقدامات بدستور جاری رکھیں مزید کہا۔ میں اس وقت تک گھر واپس نہیں جاؤں گا۔ جب تک مرکزی چین میں ایک نئی حکومت قائم نہیں ہو جاتی۔

لنڈن ۳۰ دسمبر۔ آج آئرلینڈ کے نئے آئین کے متعلق ایک سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ آئرلینڈ کی نئی حکومت "آئر" کو (یہ نام اس نئی حکومت کو دیا گیا ہے) اس نام کے ساتھ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس نئے دستور کے ماتحت مسٹر ڈی ولیرا کو "آئر" کا ڈکٹیٹر کہا جائے گا اور ایک مستقل جماعت قائم کی جائے گی۔ جس کا صدر ۲۷ اگست سے قبل بالغوں کی رائے دہی کے ماتحت منتخب کیا جائے گا۔ اگرچہ جدید قانون کا نفاذ تمام آئرلینڈ کے لئے ہے لیکن السٹر پر اس کا عمل نہیں ہوگا

ہردواگنج ۳۰ دسمبر۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک بیان کے ذریعہ اس خبر کی تردید کی ہے کہ وہ مسجد شہید گنج ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں احرار کی مدد کر رہے ہیں اور کہ انہوں نے احراریوں کو بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

وائنا ۳۰ دسمبر۔ رومانیہ میں عملی طور پر ڈکٹیٹر شپ قائم ہو گئی۔ بعض وجوہ کی بنا پر عام انتخابات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اب نئی پارلیمنٹ کو توڑ دیا جائیگا اور دو لاکھ فوجی سپاہیوں پر مشتمل ایک فوج تیار کی جائے گی۔

کراچی ۳۰ دسمبر۔ صوبہ سندھ میں سردی بہت زوروں پر ہے۔ گذشتہ ۴۸ گھنٹوں سے مسلسل بارش ہو رہی ہے نواحی علاقوں سے اطلاعات مظہر ہیں کہ کہر کے باعث سبزیوں اور دیگر فصلوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ آج صبح بہت سے پرندے شدید سردی کے باعث مردہ پائے گئے

احمد آباد ۳۰ دسمبر۔ آج ہندو مہاسبھا کا انیسواں سالانہ اجلاس شروع ہوا۔ جس میں مسٹر دنائیک دامودر ساورکر نے اپنی صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا۔ اگرچہ ملک میں ہماری زبردست اکثریت ہے۔ لیکن ہم ہندوؤں کے لئے خاص مراعات نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم تو زبان تمدن اور مذہب کی حفاظت کے متعلق مسلمانوں کو گارنٹی دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ یہ وعدہ کریں۔ کہ وہ ہندوستان کی دیگر اقوام کی آزادی میں مداخلت نہیں کریں گے

ہردواگنج ۳۰ دسمبر کل کانگرس ورکنگ کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اس مفہوم کا ریزولیوشن پیش کیا گیا۔ کہ فیڈریشن کا کامیاب طریق پر مقابلہ کرنے کے لئے ہندوستانی ریاستوں میں ایجی ٹیشن کی جائے۔ اس کے بعد یو پی کانگرس کی مجلس عاملہ کی طرف سے یہ ریزولیوشن پیش کیا گیا۔ کہ زمینداری سسٹم کو منسوخ کر دیا جائے۔

ڈٹرائٹ ۳۰ دسمبر۔ جنرل موٹرز کے صدر نے اعلان کیا ہے کہ یکم جنوری سے تمام ملک میں کمپنی کے کارخانوں میں ۳۰ ہزار ملازمین کم کر دئے جائیں گے۔ نیز جب تک حالات بہتر نہیں ہوتے کارخانوں میں ہر ہفتہ تین دن کام ہوا کرے گا۔

لنڈن ۳۰ دسمبر۔ پرسوں وسطی آکسفورڈ بازار میں گراموفون کمپنی کا کارخانہ جل کر خاکستر ہو گیا۔ اس کارخانہ میں گراموفون کے ایک لاکھ ریکارڈ تھے اور بھک سے اڑ جانے والے مادہ کی مقدار اس قدر زیادہ تھی۔ کہ آگ کا قابو میں آنا ناممکن ہو رہا تھا۔ تاہم تیس انجنوں کی تین گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد آگ بجھا دی گئی۔

کلکتہ ۳۰ دسمبر۔ نیشنل لبرل فیڈریشن کے انیسویں سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے سر چمن لال سیتلواڈ نے فیڈریشن کی سکیم کو قبول کرنے کی تلقین کی ہندو مسلم تعلقات کے ذکر کے ضمن میں کہا۔ کانگرس کا سلوک مسلمانوں سے اچھا نہیں ہندوستان کے جن صوبوں میں کانگرس پارٹی کی اکثریت ہے۔ وہاں اس نے مسلمانوں سے بے انصافی کی ہے کیونکہ اس نے مسلم عوام کے اعتماد کا خیال نہ کرتے ہوئے کابینہ میں اپنے ڈھب کے آدمی لئے ہیں۔

لنڈن ۳۰ دسمبر۔ ینگسی میں برطانوی جہازوں پر جاپانیوں کے حملہ کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ نے جو احتجاجی نوٹ بھیجا تھا۔ اس کا جاپانی حکومت کی طرف سے جواب دیدیا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حملہ عمداً نہیں کیا گیا کیونکہ کہر کے باعث کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ جواب میں گذشتہ معذرت کا بھی ذکر کیا ہے نیز لکھا ہے کہ ایسے حادثہ کے اعادہ کو روکنے کے لئے سخت ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

امرتسر ۳۰ دسمبر گیہوں حاضر ۲ روپے ۱۲ آنے سے ۳ روپے ۴ آنے تک نخود حاضر ۲ روپے ۴ آنے۔ کھانڈ دیسی ۷ روپے ۴ آنے سے ۷ روپے ۸ آنے تک کپاس ۵ روپے روئی ۱۱ روپے ۶ آنے سونا ۵-۳۰ روپے ۳ آنے اور چاندی ۴۸ روپے ۸ آنے تھے۔

روما ۳۰ دسمبر۔ برطانیہ نے عربی زبان میں خبریں براڈکاسٹ کرنے کی جو سکیم تیار کی ہے اس کے متعلق اطالوی مدبر سائینور گیاڈا کا بیان ہے۔ کہ برطانیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ بلاد عربیہ اور مسلمانوں کے لئے اشک شوئی کا سامان مہیا کیا جائے۔ برطانوی حکومت کے ارباب اختیار کو یہ وہم ہو چکا ہے کہ بلاد عربیہ میں برطانیہ کے خلاف جو پراپیگنڈا ہو رہا ہے وہ اٹلی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

بٹالہ سٹی بکنگ ایجنسی

یکم جنوری ۱۹۳۸ء سے ہر درجے کے مسافر جن کے پاس مندرجہ ذیل ریلوے سٹیشنوں سے بٹالہ سٹی بکنگ ایجنسی تک یا بٹالہ سٹی بکنگ ایجنسی سے ان ریلوے سٹیشنوں تک کے ٹکٹ ہوں گے انہیں ایجنسی سے ریلوے سٹیشن بٹالہ تک یا ریلوے سٹیشن سے بٹالہ سٹی بکنگ ایجنسی تک مفت ٹانگہ یا موٹر میں پہنچا یا جائیگا۔

لاہور۔ مغل پورہ۔ ہربنس پورہ۔ جلو۔ واہگہ۔ اٹاری۔ گرو سر ستلانی۔ خاصہ چھہرٹہ۔ امرت سر۔ مانانوالہ۔ جنڈیالہ۔ ٹانگرہ۔ بوٹاری۔ بیاس ڈھلواں بھیرا۔ کرتار پور۔ لوہ لنی۔ جالندھر شہر۔ جالندھر چھاؤنی۔ پٹھانکوٹ۔ سرنا۔ جاکو لاڑی۔ پرمانند۔ دینانگر۔ گورداسپور۔ سوہل۔ دھاریوال چھینہ۔ جینتی پورہ کتھونگل۔ ویرکا۔

(۱) ایسے مسافروں کے علاوہ دیگر تمام مسافرین سے جن کے پاس بٹالہ سٹی بکنگ ایجنسی سے یا ایجنسی تک کے ٹکٹ نہ ہوں گے ان سے ۹ پائی فی مسافر یا فی بچہ جس کی عمر تین سال سے زائد ہو لیا جائے گا۔ اور یہ زائد قیمت اس ٹکٹ کی قیمت میں شامل کی جائیگی۔ جو بٹالہ سٹی بکنگ ایجنسی سے یا اس تک جاری کیا جائیگا

(۲) اسی تاریخ سے بٹالہ اور امرت سر اور بٹالہ گورداسپور کے درمیان ارزان یک طرفہ تھرڈ کلاس ٹکٹ بحساب چار آنے فی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔ اور ان ٹکٹوں والے مسافروں کو بھی "مفت سواری" کی اجازت ہوگی جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔

(۳) اسی تاریخ سے ارزاں دو روزہ تھرڈ کلاس ٹکٹ جو پیرہ نمبر ۲ میں مذکورہ سٹیشنوں کے درمیان جاری ہیں منسوخ کر دئے جائینگے۔ اور واپس لے لئے جائیں گے۔

براہ مہربانی مزید تفصیلات کے لئے متعلقہ سٹیشن ماسٹروں سے دریافت کریں۔

چیف کمرشل منیجر

ایک نئی سروس

ٹیلیفون نمبر ۴۸۱۷

باشندگان لاہور کو مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ یہ چاہیں۔ کہ ان کے لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچنے والے پارسل ان کے گھروں تک پہنچا دئے جائیں۔ تو وہ ٹیلیفون نمبر ۴۸۱۷ کو گھنٹی دیں۔ اور متوقع پارسل کی تفصیلات بتادیں۔ ان کی درخواست درج رجسٹر کرلی جائے گی۔ اور پارسل جسقدر جلدی ممکن ہوسکیگا سٹریٹ ڈیلیوری سکیم کے ذریعہ ان تک پہنچا دیا جائے گا۔

اس سروس کی زائد اجرت ۲ آنہ فی پارسل ہے۔ اور اس معمولی قیمت کے ذریعہ آپ اس تکلیف اور خرچ سے جو ریلوے پارسلز آفس سے پارسل وصول کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ بچ رہیں گے۔

چیف کمرشل منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے